ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جناب افضل رضا صاحب پرنسپل
گورنمنٹ کالج لاہور (صوابی)

ع ۔ نام میرا بھی ہو یوسف کے خریداروں میں

خیالِ وصل سے فرقت مرے جنوں کو ملے ۔۔۔ دل و نگاہ کو آمادۂ فراق کر دل

گرامی قدر! تعمیلِ ارشاد کے لیے بارہا قلم اٹھایا لیکن اس خیال سے واپس رکھا کہ حضرت شیخ ؒ کے بارے میں یہ عاجز و ناتواں خامہ فرسائی کی جرأت کیسے کرے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو ٹٹولا، دردِ دل نے جواب دیا کیا لکھوگے کیسے لکھوگے؟ جانتے ہو کس ہستی کے بارے میں قلم اٹھا رہے ہو۔ اپنی علمی بے بضاعتی پکار اٹھی ـــــ نہیں نہیں! تم اس قابل نہیں کہ اس مقدس انسان کے بارے میں کچھ لکھ سکو ـــــ تمہارے پاس چند گھسے پٹے ادبی الفاظ کے سوا ہے کیا ـــ دلِ مضطر یہ کہہ کر خاموش کر گیا ـــ بیٹھو! ان عظیم صحبتوں اور روح افزا ملاقاتوں کی حسین یادوں کی جھرمٹوں سے وابستہ رہو جو حقانیہ کی روح پرور فضاؤں میں اس ہمہ جہت ہستی کو تلاش کر رہی ہیں ـــــ

جن کے دم قدم سے یہ فضائیں رشکِ بہار تھیں ـــــ
جن کے تبحرِ علمی سے تشنگانِ علم فیضیاب ہوتے تھے ـــــ
جن کی مساعیِ جمیلہ کی بدولت آج ارضِ پاک میں نفاذِ شریعت کی صدائیں سُنائی دے رہی ہیں ۔

جن کی پرخلوص دعاؤں نے دولت کے متوالوں کو دولت دی ـــ عزت کے شیدائیوں کو عزت دی ـــ علم کے پروانوں کو دولتِ علم عطا کی ـــ تصوف کے متلاشیوں کو مقاماتِ شریعت اور طریقت سے آگاہ کر کے قطروں کو سمندر بننے کا ہنر بخشا ـــ
جن کے فیضانِ نظر نے بیقرار دلوں کو سکوں بخشا ـــــ

ے جو صبر و رضا کے پیکر تھے ـــ جو صدق و وفا کے داعی تھے
ے جو زہد و قناعت کے گوہر ـــ منگتوں کو عنایت کرتے تھے
ے جو فقر و تواضع کی دولت ـــ ہر اک جھولی میں بھرتے تھے

جو استقامت اور استقلال کے کوہِ گراں تھے ـــــ
جو احترامِ آدمیت کا مجسم نمونہ تھے ـــــ
جو انکساری میں اپنی مثال آپ تھے ـــــ
جو شفقت کا مجسم تھے ـــ جو خندہ پیشانی میں بے بدل تھے ـــ

"تھے" کے مسلسل استعمال نے مرے ذہن کو جھنجھوڑا ـ مرے قلم کو روکا ـــ مرے جذبات کو ٹوکا ـــ رُکو! رک جاؤ ـــ سوچو ـــ غور کرو ـــ کیا لکھ رہے ہو ـــ یہ لفظ تو ان کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مر چکے ہوں ـــ جو انتقال فرما چکے ہیں ـــ حق کو فنا نہیں ـــ عبدِ حق کیسے فانی ہو ـــ اے غافل! حضرت شیخ رحؒ کی یہ شامِ زندگی تو انکی صبحِ دوام زندگی ہے ـــ یہ تو تجدیدِ مذاقِ زندگی ہے ـــ

آج بھی وہ دار الحفظ کے قریب سینکڑوں معصوم حفاظِ کرام کی زبانی تلاوت کلامِ پاک سننے کیلئے بیتاب ہیں ـــ آج بھی وہ ہزاروں طلبائے حقانیہ کی طرف جن سے دیکھ رہے ہیں جو آپکے قرب وجوار میں علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہیں ـــ آج بھی وہ ارضِ پاک کے مسلمانوں سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ نفاذِ شریعت کا کیا بنا؟ عالمِ اسلام کب خوابِ غفلت سے بیدار ہوگا؟ جہادِ افغانستان کا کارواں کس منزل پہ ہے؟ کان دھرو! یہی تو وہ فرما رہے ہیں ـــ

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی ۔۔ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اور پھر اسی کیف میں اپنی بیتاب نگاہوں سے پوچھتا ہوں کہ کہاں ہے وہ رُخِ زیبا! دو سال نہیں دو صدیاں گذر گئیں ـــ دل کے آئینے کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتا ہوں ـ الحمد للہ! آئینہ دل میں وہ تصویر جوں کی توں موجود ہے، جسے موت کے سفاک ہاتھوں نے مٹانے کی لاکھ کوشش کی لیکن مٹ نہ سکی ـــ مٹے کیونکر ـــ محو ہو کیسے ـــ جب سے حضرت شیخ محوِ استراحت ہیں ـــ ہر روز قدمبوسی کا موقع عنایت ہوتا ہے ـــ

وہی صحبتیں ہیں وہی قربتیں ہیں ۔۔ وہی جانِ محفل وہی چاہتیں ہیں

مرتے تو وہ ہیں ـ جن کے پاس چھوڑنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو ـــ
مٹتے تو وہ ہیں جن کے نام و نشان کا پتہ نہ چلے ـــ
فنا تو وہ ہوتے ہیں ـ جن کے پاس سامانِ بقا نہ ہو ۔
رحلت تو وہ کرتے ہیں جن کے پاس شہرتِ دوام پانے کیلئے کچھ نہ ہو ۔
جو اپنے کردار ـــ اپنے اخلاقِ حسنہ ـــ کے لحاظ سے زندہ ہوں
جو اپنے صدقاتِ جاریہ کے طفیل پائندہ ہوں ـــ
جو جریدۂ عالم پہ اپنا ثباتِ نقش کر چکے ہوں ـــ
جو تاریخِ حیاتِ انسانی کے روشن باب بنے ہوں ـــ
جو منارۂ نور بن کر افقِ کائنات پر جگمگا رہے ہوں ـــ وہ تو زندہ ہیں ـــ

زندوں کے مرثیے لکھنا کیا معنیٰ رکھتا ہے ـــ

ے یاد تو اُن کو کیا جاتا ہے ۔۔ ذہن و دل جن کو بھول جاتے ہیں

ذہن نے للکارا ـــ رُکو! دل نے کہا ـــ اٹھو! وفا نے پکارا ـــ چلو ـــ دار الحفظ و التجوید کے پاس ـــ جہاں ایک مردِ قلندر چٹختی مسکراتی کلیوں اور حسین پھولوں کے جھرمٹ میں تمہیں پکار رہا ہے ـــ آؤ! اصاحبو ـــ قریب آؤ!!

وقتِ دعا ہے ـــ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں ـــــ مولائے کریم! دار العلوم حقانیہ کو آباد رکھ ـــ پاکستان میں شریعتِ اسلامی نافذ فرما ـــ افغان مجاہدین کو کامیابی سے ہمکنار فرما!!

وقتِ تحریر اذانِ عصر سُنائی دی ـــ یہی علامتِ قبولیت ہے!!